تذکرۂ "شمیمِ سخن" (حصہ دوم)۔۔۔ایک مطالعہ

*شمیم ظفر رانا **ڈاکٹر محمد ارشد اویسی

Abstract

Tazkra (Autobiographical Accounts, Memoir) is such a literary form which presents the autobiography of the poets as well as their poetry. It is the progressive form of Diary. The art of Tazkra writing in Urdu was borrowed from Persian. Basically the art of Tazkra writing was started in the reign of Mir Taqi Mir and Khawaja Mir Dard. To analyse the educational, literary, ethical and civilized atmosphere of any society in a better way, it is necessary to assess the conditions and thought patterns of half of its population (females). Historians and Tazkra writers have written the autobiography and poetry of the male poets diligently but the female poetesses are almsot neglected or given partially importance. Some Tazkra writers have given special coverage to these poetesses. Muhammad Abdul Hayee is such a writer who wrote "Shamim-e-Sukhan" in which he assessed some poetesses.

سر زمین ہندوستان پہ انیسویں صدی کے اردو ادب میں شعرا کے احوال اور نمونہ ہائے کلام کو "تذکرہ" کی صورت میں محفوظ (تحریر) کرنے کا رواج عام تھا۔اب اس رجحان میں شاعرات کو مذکور کرنے کا عمل بھی شامل ہو گیا تھا۔ محمد عبدالحیٔ کی تالیفِ لطیف "شمیمِ سخن" (حصہ دوم) اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے۔ محمد عبدالحیٔ نثر نگاری کے ساتھ ساتھ شاعری بھی کرتے تھے اور صفا تخلص کرتے تھے۔انھوں نے ۱۸۷۲ء میں اسے ضبطِ تحریر میں لانے کا آغاز کیا اور دس گیارہ سال کی محنت کے بعد ۱۸۸۱ء میں تکمیل کو پہنچایا۔ جس کے ایک سال بعد یعنی ۱۸۸۲ء میں یہ زیورِ

---

* پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اُردو گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

** شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

طباعت سے آراستہ ہوا۔ پہلی بار کہاں سے اشاعت پذیر ہوا؟ اس سلسلہ میں کچھ نہیں کہا جا سکتا چونکہ کسی محقق کو طبع اول کا کوئی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا، چنانچہ یہ حقیقت ابھی تک نہیں کھل سکی کہ مطبع کون سا تھا، تاہم سنِ طباعت (۱۸۸۲ء) کے سراغ ضرور ملتے ہیں۔ البتہ "شمیمِ سخن" حصہ اول کے بارے میں طے ہے کہ یہ مطبع امداد الہند و عین الاخبار مراد آباد سے شائع ہوا جس کا ایک نسخہ انجمن ترقی اردو کراچی کے کتب خانہ کی زینت ہے۔ یہ نسخہ ناقص الآخر ہے یعنی اس کے آخری چند صفحات زمانے کی دستبرد سے محفوظ نہیں رہ سکے۔ اس کے سال اشاعت کا بھی نسخے سے سراغ نہیں ملتا۔ "شمیم سخن" حصہ دوم بھی "میمِ سخن" حصہ اول کے ساتھ ہی تحریر ہوا یعنی کہ ۱۲۸۹ھ بمطابق ۱۸۷۲ء میں اس کو لکھنا شروع کیا گیا۔ ۱۸۹۱ء میں مطبع نول کشور لکھنؤ سے بار دوم اشاعت پذیر ہوا۔

> "نول کشور کے یہ مطبوعہ نسخے بھی کمیاب ہیں۔ اس میں ۵۲ صفحے ہیں۔ ۳۶ صفحے پر اصل تذکرہ ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد قطعات، تاریخ اور تعریظیں شروع ہو جاتی ہیں۔ اکثر قطعات کے مادۂ تاریخ سے "شمیمِ سخن" کا سنِ تصنیف ۱۲۸۹ھ اور بعض سے ۱۲۹۰ھ نکلتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تذکرہ ۱۲۸۹ھ کے آخر اور ۱۲۹۰ھ کے آغاز میں تکمیل کو پہنچا ہے۔"(۱)

"شمیم سخن" اردو زبان میں ہے اور اس کا زیرِ بحث حصہ دوم ایک سو اکیاون شاعرات کے تذکرے پر مشتمل ہے۔ اس کے زمانۂ تخلیق میں خواتین پر قلم اٹھانے کا رجحان فروغ پا رہا تھا، چنانچہ اس سے قبل حکیم فصیح الدین رنج کا "بہارستان ناز" اور اسی عہد میں درگا پرشاد نادر کا "چمن انداز" لکھا گیا۔ اس رجحان اور اس مقابلہ میں "شمیمِ سخن" کے مقام و مرتبہ کے بارے میں ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں:

> "عورتوں کے مستقل تذکروں کی طرف خاص رجحان بھی اسی دور کا خاصہ ہے۔ ۱۲۸۱ھ، ۱۸۶۴ء میں فصیح الدین رئیس میرٹھ نے "بہارستان ناز" کے نام سے شاعرات کا ایک تذکرہ لکھا تھا۔ ان سب تذکروں میں "شمیم سخن" کو نمایاں اہمیت حاصل ہے۔"(۲)

حصہ اول اور دوم پر مشتمل یہ مکمل تصنیف چھ سو سے زائد شعرا کے تذکرے پر مشتمل ہے۔ فہرست مضامین میں پہلے حمد، نعت اور منقبت ہے پھر "سبب تالیف" کے عنوان کے تحت اس تالیف کی ضرورت پر روشنی ڈالی ہے۔ ازاں بعد اردو زبان اور شاعری کی تاریخ مختصراً بیان کی گئی ہے اور اس سلسلے میں شعرائے متقدمین و متوسطین کا ذکر کیا گیا ہے گویا کہ اس "سببِ تالیف" کی نوعیت "مقدمہ" کی سی ہے۔ پھر شعرا کا ذکر حروفِ تہجی کے لحاظ سے کیا گیا ہے۔ یوں

حصہ اول یکدلؔ نامی شاعر اور حصہ دوم یاسمینؔ نامی شاعرہ کے تذکرے پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔

مقدمے میں مصنف عبدالحئی صفا بدایونی نے اپنی اس تصنیف کے بارے میں یہ تحریر کیا ہے:

"اس تذکرے کے دو حصے مقرر کر کے حصہ اول میں شعرا کا کلام حصہ دوم میں شاعرات کا کلام وحال درج ہوا ہے۔"(۳)

گویا کہ حصہ اول مرد شعرا کے احوال اور نمونہ ہائے کلام پر مشتمل ہے، چنانچہ یہ ہمارے موضوع کے دائرے سے خارج ہے۔ ہمارے زیرِ بحث ''شمیمِ سخن'' حصہ دوم ہے جو شاعرات سے متعلق ہے۔ ''شمیمِ سخن'' کا سب سے اہم حصہ اس کی تحریر ''سبب تالیف'' یعنی مقدمۂ کتاب ہے۔ اس میں صفاؔ نے تذکرہ نگاری کی عام روش کا جائزہ لے کر اپنے تذکرے کی تصنیف کا جواز پیش کیا ہے اور تذکرہ نگاری کی تاریخ میں ''شمیم سخن'' کا مقام متعین کرنے کی کوشش کی ہے:

"اردو زبان کے عام شاعروں کے چند تذکرے مرتب ہوئے ہیں لیکن بجز چار پانچ تذکروں کے اور کوئی تذکرہ مجھ کو ایسا نہ ملا جس میں انتخاب عمدہ ہو یا براہ انصاف بلا رو رعایت حالات شعرا مندرج ہوں جو کو ایک مؤرخ یا محقق سند تسلیم کرے۔"(۴)

"ہمارے ابنائے جنس میں بڑی خراب رسم یہ رائج ہے کہ بجائے اس کے کہ اپنی تصنیف کو مقبول و مفید عام کریں۔ اپنے ذاتی تعلقات کو دخل دے کر اس کو مدح یا ذم سے بھر دیتے ہیں جس کو کوئی عاقل پسند نہیں کرتا۔"(۵)

ان اقتباسات سے مصنف عبدالحئی صفا بدایونی کا نظریۂ تحریر معلوم ہوتا ہے کہ وہ شعرا کے مقام و مرتبہ کے تعین کے سلسلہ میں انصاف سے رُو گردانی گوارہ نہیں کرتے، تعصب کے خلاف ہیں۔ اپنے ہم عصر تذکرہ نگاروں کی مسجع و مقفٰی تحریر کی بجائے تنقیدی شعور کو اہمیت دیتے ہیں اور تنقیدِ شعر کے لیے سلیس زبان کا انتخاب کرتے ہیں۔ ان کے معیار تذکرہ کی کسوٹی پر بہت کم تذکرے پورا اترتے ہیں۔ وہ ان کے بارے میں بلا خوفِ مخالفت اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں:

"تذکرہ ہائے شعرا جو وقعت کی نظر سے دیکھے جا سکتے ہیں ان میں اول درجے پر ''گلشنِ بے خار'' دوسرے درجے پر سخن شعرا، تیسرے درجے پر گلستانِ سخن اور چوتھے درجے پر تذکرۂ شعرائے دکن (نادر) ہے۔"(۶)

تذکروں کے بارے میں اپنی بحث کے بعد اس ''سبب تالیف'' میں مصنف نے اردو زبان اور اس میں

ہونے والی شاعری کی تاریخ پر روشنی ڈالی ہے اور اردو نظم کا موجد امیر خسرو کو قرار دیا ہے۔ ان کے خیال میں اردو زبان برج بھاشا سے نکلی ہے۔ ولی دکنی کا تعلق صفاؔ کے خیال میں احمد آباد گجرات سے تھا۔ بیاسی (۸۲) صفحات کے اس تفصیلی دیباچے میں وہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اردو زبان کی ترقی اور شاعری کے فروغ کا آغاز دکن سے ہی ہوا۔ متقدمین شعرا کا مختصر احوال اور نمونہ ہائے کلام بھی پیش کیا گیا ہے جس کے بعد لکھنؤ اور دہلی سے تعلق رکھنے والے استاد شعرا کی خصوصیاتِ کلام اور ان کی خدمات کا بطریقِ احسن جائزہ لیا گیا ہے۔ معاشرہ اور شاعری کے تعلق پر بحث کرتے ہوئے ادب اور اخلاق کے باہمی رشتے پر بھی اظہارِ خیال کیا ہے۔ انھوں نے اس بحث میں زبان اور شاعری کے بارے میں بہت سی ایسی باتیں لکھی ہیں جو انھیں آزاد و حالیؔ کا ہم نوا اور پیش رو ثابت کرتی ہیں۔ اس مقدمے کی اہمیت کے بارے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری رقم طراز ہیں:

> "اس تذکرے کا مقدمہ جس میں زبان و شاعری کی تاریخ سے بحث کی گئی ہے اصل تذکرے کی بہ نسبت زیادہ کار آمد ہے۔ اس میں بعض ایسے مسائل کا ذکر ملتا ہے جس سے اس زمانے کے تذکرہ نگار سروکار نہ رکھتے تھے۔" (۷)

اگرچہ یہ مقدمہ "شمیمِ سخن" حصہ اول کے آغاز میں تحریر تھا تاہم یہ دونوں حصے چونکہ پہلی بار ایک ساتھ شائع ہوئے تھے اور حصہ دوم تسلسل ہے حصہ اول کا چنانچہ اسے مشترک مقدمہ ہی متصور کیا جائے گا۔ زمانی ترتیب کے لحاظ سے "شمیمِ سخن" اردو شاعرات کا تیسرا تذکرہ ہے، اس سے قبل حکیم فصیح الدین رنجؔ کا "بہارستان ناز" ۱۸۶۴ء میں اور درگا پرشاد نادر کا "چمن انداز" ۱۸۷۷ء میں لکھا جا چکا تھا۔ "شمیمِ سخن" کے مطالعہ سے محسوس ہوتا ہے کہ "بہارستانِ ناز" خاص طور پر مصنف کے پیش نظر رہا ہے کیونکہ ان دونوں تذکروں کی بہت سی عبارات میں لفظی و معنوی اشتراک پایا جاتا ہے اور چونکہ "بہارستان ناز" پہلے شائع ہوا چنانچہ لازمی طور پر "شمیم سخن" کے مصنف نے اس تصنیف سے استفادہ کیا ہے۔ "بہارستان ناز" میں امیرؔ جان، اختر محل اخترؔ، جان مشتریؔ، سردار بیگمؔ، شرارتؔ، شیریںؔ وحید، قمرؔ، لعل بے بہا گوہرؔ، منی بائی حجابؔ، نازؔ بندی جان کے بارے میں جو کچھ تحریر تھا۔ "شمیم سخن" کی عبارت لفظاً و معناً اس کے قریب ترین ہے اور صفاؔ نے اسی عبارت کو ذرا مختصر کر کے دہرا دیا ہے اور اپنی طرف سے کچھ اضافہ نہیں کیا، حالانکہ وہ حصہ اول کے آغاز میں شعرا کے کلام کی تلاش و جستجو کے سلسلہ میں اپنی محنتِ شاقہ کا اظہار ان الفاظ میں کر چکے تھے:

> "اپنے اس شوق تصنیف و تالیف میں میں نے سینکڑوں شعرائے ماضی و حال اردو فارسی

کے دیوان، بیسیوں تذکرے، صد ہا بیاضیں الٹ پلٹ ڈالیں۔۔۔ مختلف جلسے دیکھے۔
بڑے بڑے شعرائے کمال کی محبتوں سے مستفید ہوا جس کا کلام دل کو بھلا معلوم ہوا۔
اپنی بیاض میں درج کر لیا، آخر کو اس انتخاب نے کچھ اور ہی رنگ پیدا کیا۔"(۸)

'عبدالحئی صفا بدایونی' کی مندرجہ بالا رائے یقینی طور پر حصہ اول یعنی مرد شعرا کے انتخاب کے بارے میں صحیح ہو سکتی ہے لیکن شاعرات کے سلسلہ میں انھیں تازہ مواد کے حصول میں خاطر خواہ کامیابی نہیں ہو سکی۔ مصنف کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ "شمیمِ سخن" سے پہلے کے بعض تذکروں سے انھوں نے استفادہ کیا ہے۔"شمیمِ سخن" کے بارے میں لکھتے ہیں:

" ہم نے اس حصے (شمیم سخن حصہ دوم) کو دو فصل پر منقسم کر دیا ہے۔ فصل اول میں عورات بازاری کا ذکر ہے۔ فصل دوم میں عورات پردہ نشین و باعفت و عصمت کا تذکرہ لکھا ہے۔ ہم کو شرم آئی کہ ہم مثل دیگر تذکرہ نویسوں کے عورات بازاری و پردہ نشین کو ایک ہی طرح پر بلا امتیاز یاد کریں۔۔۔ ہم نے اس حصے میں حتی الوسع کسی عورت کے خال و خط کی تعریف نہیں کی، نہ ہم کو کسی کے حسن و جمال کی تعریف کرنے سے مطلب تھا۔"(۹)

اس اقتباس سے جہاں مصنف کے ایک مثبت رویے کی نشان دہی ہوتی ہے کہ انھوں نے اپنے ہم عصر تذکرہ نگاران شاعرات کی طرح شاعرات کے کلام کے حسن و قبح کی تلاش کی بجائے محض ان کے حسن و جمال کے قصیدے نہیں پڑھے بلکہ ان کے فن پر توجہ مرکوز کی ہے۔ وہیں اس دور کی مخصوص تنگ نظری اور مردانہ معاشرے میں عورت کی تضحیک بھی مترشح ہے کہ کس طرح انھوں نے عورت کو اپنے تئیں نیک و بد قرار دے کر ان دونوں کے درمیان نام نہاد شرافت کی دیوار کھڑی کر دی تھی چنانچہ عبدالحئی صفا بدایونی نے خود کو شریف ظاہر کرنے اور تصنیف میں اپنے تئیں جِدّت پیدا کرنے کی غرض سے تذکرہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ فصل اول۔ شاعراتِ بازاری

۲۔ فصلِ دوم۔ عوراتِ پردہ نشین و باعصمت

فصل اول یعنی فصل "عوراتِ بازاری" میں ۱۰۲ ایسی شاعرات کا تذکرہ ہے جن کا تعلق کسی نہ کسی طرح بازارِ حسن سے تھا اور جنھیں مصنف اور معاشرہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور انھیں بطور ایک انسان اور بطور ایک فن کار بھی قابلِ تعریف نہیں سمجھتا لیکن پھر ان کے فکر و فن نے مصنف کو مجبور کیا کہ انھیں اپنی کتاب میں جگہ دے۔ ایسا

انھوں نے انصاف کے تقاضے اور فن کی قدر و منزلت کے لیے کیا ہو یا خود شہرت حاصل کرنے کے لیے۔ بہر حال ان شاعرات نے لفظوں کے ذریعے خود کو منوالیا اور خود کو شعر و ادب کی تاریخ میں محفوظ کر لیا۔ ان کا تعلق چونکہ موسیقی اور رقص و سرُود سے ہوتا ہے۔ غزلیات و نغمات انھیں زبانی یاد ہوتے ہیں۔ وزن کا ترازُو ان کے اندر لگا ہوتا ہے اور اصلاحِ سخن کے لیے مرد اساتذہ تک رسائی کے مواقع بھی دیگر خواتین کی نسبت کئی گنا زائد ہوتے ہیں۔ نیز اپنی تخلیقات کو گا کر سنانا یا مشاعرہ میں پڑھ کر داد و تحسین حاصل کرنا ان کے لیے کچھ مشکل یا معیوب نہیں ہوتا تھا، چنانچہ ایسی خواتین میں شعر گوئی کے امکانات مقابلتاً بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس عہد کے دیگر تذکرۂ شاعرات کی طرح "شمیمِ سخن" میں بھی "فصلِ اول" کی شاعرات کی تعداد نسبتاً زیادہ ہے۔

فصلِ دوّم میں جن "عورات پردہ نشین و باعصمت و عفت" کا احوال اور نمونہ ہائے کلام پیش کیے گئے ہیں۔ ان کی تعداد ۴۹ ہے۔ انتہائی گھٹن زدہ ماحول اور قدامت پسند معاشرے میں جہاں عورت کو گھر میں اپنے مردوں کے سامنے ذرا سی بھی اونچی آواز میں بات کرنے کی آزادی نہ تھی اور جہاں تعلیم نسواں پر بھی پابندی عائد کی جاتی تھی۔ ایسی گھریلو خواتین کہ جنھوں نے مشاعرے میں بھی کسی مرد کو شعر پڑھتے شاذ ہی سُنا ہو گا۔ شاعری کرنا اور پھر اپنا کلام شائع ہونے کی غرض سے دینا انتہائی مشکل تھا۔ دوسری طرف تذکرہ نگار کو بھی ایسی شاعرات تک رسائی اور ان کے نمونۂ کلام کا حصول جُوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ یہی وجہ ہے کہ کسی ایک کی محنت سے ہی بعد کے مصنفین نے استفادہ کیا اور نئی شاعرات اور تازہ کلام کے حصول کی یا تو زیادہ کوشش ہی نہیں کی یا پھر اس میں ناکام رہے۔ عبدالحئی صفاؔ بھی انھی تذکرہ نگاروں میں ہیں۔ انھوں نے جن ۴۹ شاعرات کا حوالہ دیا ہے۔ ان میں سے بیشتر "بہارستان ناز" میں مذکور تھیں یا "چمن انداز" میں ان کا ذکر تھا۔

صاحبِ تذکرہ نے پہلے صرف 'زندہ شاعرات' کا احوال و کلام پیش کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن پھر اس وجہ سے "گذشتہ" خواتین کو بھی شامل تصنیف کرنے کا فیصلہ کیا:

> " ہم نے اس حصے میں اپنی شرط کو کہ تذکرے میں صرف شعرائے ذی حیات کا کلام ہو گا۔ اس لحاظ سے توڑ دیا کہ شاعرہ عورتیں بہت کم دستیاب ہوئیں۔"(۱۰)

ان خواتین کا تعارف بہت مختصر اور نمونہ کلام بھی محض ایک دو اشعار پر مشتمل ہے۔ اس اختصار کی وجہ وہ یوں بتاتے ہیں:

> "بہ خوفِ طوالت شعرا کا حال نہایت ہی اختصار کے ساتھ لکھا گیا۔ انتخابِ کلام اپنے مذاقِ

شعر فہمی کے مطابق کیا گیا۔ حتی الوسع نہ کسی کی مذمت سے تعلق رکھا نہ کسی کی بیہودہ سرائی کی۔ جہاں تک ہو سکا امرِ واقعی تحقیق کر کے ظاہر کیا گیا۔"(۱۱)

"شمیمِ سخن" اس اختصار کے باوجود اس لیے اہمیت اختیار کر جاتا ہے کہ اس میں شاعرات کے نام تخلص، جائے سکونت اور ان کے اساتذہ کے نام تحریر کیے گئے ہیں اور کچھ شاعرات کے احوال بارے مختصر تحریر نے اس میں سوانحی عناصر کی موجودگی کا ثبوت فراہم کر دیا ہے۔ مثال کے طور پر چند شاعراتِ مذکور ملاحظہ ہوں:

چنداؔ

"چنداؔ۔ طوائف، باشندۂ دکن، عالمگیر ثانی بادشاہ دہلی کے عہد میں تھی۔ شیر محمد خاں ایمان سے مشورۂ سخن رکھتی تھی۔۔۔۔ عورتوں میں سب سے پہلے اردو میں اسی عورت نے اپنا دیوان جمع کیا تھا۔"(۱۲)

حجابؔ

"حجابؔ۔ تخلص، منی بائی عرف منجھلی طوائف ساکنہ کلکتہ محلہ کولو ٹولہ شاگرد مولوی عظمت اللہ اسحٰ ارشد تلمیذ مولوی عبدالغفور خاں نسّاخ، کم عمر، صاحب طبع سلیم ہے، تہذیب واخلاق میں انتخاب، علوم مروجہ سے ماہر ہے۔ فن موسیقی اچھا جانتی ہے۔ شعر گوئی کی جانب طبیعت زیادہ مائل ہے۔ ریاست رام پور میں بھی آئی تھی۔

حال حجابؔ قابل شرح و بیاں نہیں
آنسو نہ ٹپکے سُن کے یہ وہ داستاں نہیں"(۱۳)

حُورؔ

"حُورؔ تخلص۔ مناجان نامی طوائف لکھنؤ، شاگرد محمد رضا متخلص بہ طُور، باشندہ لکھنؤ، یہ شعر اس کے ہیں:

جو پہنا پاؤں میں سونے کا توڑا اے پری تُو نے
مسلسل پائے دیوانہ ہوا زنجیر آہن سے
بدی کی جس نے ہم سے ہم نے اس کے ساتھ نیکی کی
ہماری خُو ہے یہ ہم دوستی کرتے ہیں دشمن سے"(۱۴)

حیاؔ

"حیاؔ تخلص، حیات النسا بیگم معروف بہ بھورا بیگم بنت شاہ عالم بادشاہ دہلی شاگرد شاہ نصیر دہلوی یہ شاعرہ پاک دامن تاحیات نا کتخدا رہی۔

یہ بیت اس کی ہے:

نہ کیوں حیرت ہو یارب وہ زمانہ آ گیا ناقص
حیاؔ ڈھونڈے نہیں ملتی برائے نام سو سو کوس"(۱۵)

شرمؔ

"شرم تخلص، شمس النسا بیگم بنت حکیم قمرالدین شاگرد خواجہ وزیر لکھنوی وطن اصلی ان کا بنارس و مسکن لکھنؤ تھا۔

پہلے ثابت کریں اس وحشی کو تقصیریں دو
پھر مجھے شوق سے پہنائیں وہ زنجیریں دو
مجھ کو حیران ترا اور تجھے حیراں میرا
حق نے کیا خوب بنائی ہیں یہ تصویریں دو
درد دل دور ہوا سینے کی سوزش بجھ گئی
شربت وصل میں تیرے ہیں یہ تاثیریں دو
یا بہانے سے بلائیں اسے یا خط لکھیں
شرمؔ کیا خوب یہ سوجھیں ہمیں تدبیریں دو"(۱۶)

شیریںؔ

"شیریںؔ تخلص، عالی جناب نواب شاہجہاں بیگم صاحبہ، والیہ ریاست بھوپال۔۔۔۔خوش خلق و صاحب جود و ہمت ہیں۔۔۔۔انتظام نظم و نسق ریاست میں بے نظیر ہیں۔ سال ولادت ۱۲۵۴ھ ہے۔ ۱۲۶۳ھ میں بہ عمر نو سال خلعت ریاست بحکم گورنمنٹ پایا اور شعبان ۱۲۸۵ھ کو زینت افزائے مسند حکومت ہوئیں۔ اربابِ فضل و کمال کی قدردان ہیں۔

خالق ہے خدائے سحر و شام ہمارا

مشہور اسی نے یہ کیا نام ہمارا
آتی ہے ہوا سرد گھٹا اٹھتی ہے گھنگور
منگواؤ صراحی و مے و جام ہمارا"(۱۷)

ضیاؔ

"ضیاؔ تخلص، ضیائی بیگم نام، زوجۂ حکیم انور علی لکھنوی، یہ شاعرہ فاضلہ علومِ عربی وفارسی کی ہے۔

سوتے میں شب جو پیچ کھُلے زلفِ یار کے
دعوے دروغ ہوگئے مشک تتار کے"(۱۸)

"شمیمِ سخن" حصہ دوم کی آخری شاعرہ یاسمینؔ ہیں۔ان کے تعارف کے سلسلہ میں صفاؔیوں رقم طراز ہیں:

"یاسمن تخلص، چنبیلی نام، کنیزک سید انشااللہ خاں انشا کی تھی۔ صحبت مرد سے بالطبع متنفر تھی۔ سید موصوف نے باتباع حکمِ شریعت ایک مرد معقول کے ساتھ اس کا نکاح کردیا۔ تیسرے روز نکاح سے بغیر لاحق ہوئے کسی عارضے کے فوت ہوگئی۔ شعر میں اپنے آقا سے مشورہ رکھتی تھی۔

آئے کیا جلد خبر کو وہ قضا آنے کے بعد
گھر سے نکلے وہ مری جان نکل جانے کے بعد"(۱۹)

مندرجہ بالا مثالوں سے یہ افسوس ناک بات سامنے آتی ہے کہ مصنف مولوی عبدالحئی صفاؔبدایونی نے، جو کہ تاریخ وادب میں کئی کتابوں کے خالق ہونے کے ساتھ ساتھ بہت اچھے شاعر ہونے کے باوجود کسی شاعرہ کے کلام پر اپنی تنقیدی رائے کا اظہار نہیں کیا۔ حالانکہ "خمخانہ جاوید" میں ان کے بارے میں تحریر ہے کہ:

"(صفاؔ) نے شعر کے حسن وقبح پرکھنے میں خداداد قابلیت پائی تھی۔"(۲۰)

مولوی عبدالحئی صفا نے تذکرہ ہذا میں تنقیدِ شعر کی طرف توجہ نہ دے کر "شمیمِ سخن" کے مرتبے کو گرایا ہے۔ اگر وہ اس ضمن میں پہلو تہی نہ کرتے تو اس کی زبان کی سلاست، شاعرات کے خال وخط کے بیانِ محض سے گریز، تذکرۂ شاعرات کے مرد مصنفین کے برخلاف تلذذپرستی سے اجتناب اور شاعرات کے احوال کے سلسلہ میں فراہم کردہ معلومات میں تیقن کی وجہ سے اس کا مقام ان کے ہمعصر تذکروں سے بہت بلند ہوسکتا تھا۔

شاعرات کا تذکرہ صفحہ ۳۶ پر اختتام پذیر ہوتا ہے جس کے بعد قطعات تاریخ اور تقریظوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ قطعہ نگاروں اور تقریظ لکھنے والوں میں بعض کم معروف شاعروں کے ساتھ کئی مشہور شعرا نے بھی اظہارِ خیال کیا ہے۔ ان میں منشی دیبی پرشاد، سحر بدایونی، مظفر حسین صبا، عبدالغفور نسّاخ اور سید احمد دہلوی شامل ہیں۔ مظفر حسین نے یہ قطعۂ تاریخ تحریر کیا ہے:

بوئے خوش سے مہک پڑا عالم
طبع جس دم ہوا شمیمِ سخن
بادلِ خوش صبا پئے تاریخ
بولا راحت فزا شمیم سخن (۱۸۸۲ء)

"شمیمِ سخن" کے ادبی مقام و مرتبے کے تعین کے سلسلے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

> "تنقید کے لحاظ سے تو نہیں، ہاں سوانحی اعتبار سے یہ تذکرہ اپنی اختصار پسندی کے باوجود یوں اہم ہو جاتا ہے کہ اس میں مؤلف نے شاعرات کے نام، وطن، زمانہ اور ان کے اساتذہ کے ناموں کا سراغ دینے کی کوشش کی ہے۔"(۲۱)

آخر میں ہم ڈاکٹر سید عبداللہ کی اس رائے کو دہراتے ہیں:

> "ان سب تذکروں میں "شمیمِ سخن" کو نمایاں اہمیت حاصل ہے۔"(۲۲)

حوالہ جات

۱۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، "اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری"، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۹۸ء، ص۴۹۱

۲۔ عبداللہ، سید، ڈاکٹر، "شعرائے اردو کے تذکرے اور تذکرہ نگاری کا فن"، لاہور: مکتبۂ جدید، ۱۹۵۲ء، ص ۹۲

۳۔ صفابدایونی، محمد عبدالحیٔ، "شمیمِ سخن، حصہ اول"، مراد آباد: مطبع امدادالہند، طبع دوم، ۱۸۹۱ء، ص۵

۴۔ ایضاً، ص۱۰

۵۔ ایضاً، ص۱۳

۶۔ ایضاً، ص۱۴

۷۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، "اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری"، ص۴۹۰

۸۔ صفابدایونی، محمد عبدالحیٔ، "شمیمِ سخن"، حصہ اول، ص۱۵

۹۔ ایضاً، ص۱۵

۱۰۔ ایضاً، ص۱۶

۱۱۔ صفابدایونی، محمد عبدالحیٔ، "شمیمِ سخن"، حصہ دوم، لکھنؤ: مطبع نول کشور، طبع دوم، ۱۸۹۱ء، ص۸

۱۲۔ ایضاً، ص۹

۱۳۔ ایضاً، ص۱۱

۱۴۔ ایضاً، ص۳۱

۱۵۔ ایضاً، ص۳۱

۱۶۔ ایضاً، ص۳۲

۱۷۔ ایضاً، ص۳۲

۱۸۔ ایضاً، ص۳۶

۱۹۔ ایضاً، ص۳۶

۲۰۔ لالہ سری رام دہلوی، "خم خانۂ جاوید"، جلد پنجم، دہلی: ۱۹۴۰ء، ص۳۰۰

۲۱۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، "اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری"، ص ۴۹۳

۲۲۔ عبداللہ، سید، ڈاکٹر، "شعرائے اردو کے تذکرے اور تذکرہ نگاری کا فن"، ص ۹۲

------*